فقہ واجتہاد

محمد رضی الاسلام ندوی☆

امامتِ نسواں کا جواز؟

حدیثِ اُمّ ورقہؓ کی روشنی میں

گذشتہ دنوں امریکہ میں ایک مسلم خاتون نے جرأتِ رندانہ سے کام لے کر مردوں اور عورتوں کی ایک مخلوط جماعت کی امامت کیا کی کہ پوری دنیا میں اس کی مخالفت اور حمایت کا بازار گرم ہوگیا۔ علما اور فقہا نے اس کے خلاف فتوے دیے اور اسے ناجائز عمل بتایا تو روشن خیال مسلم دانشوروں نے اس کی حمایت کی اور اسے ایک انقلابی اقدام قرار دیا۔

عورت کے ذریعے مخلوط جماعت کی امامت کے عدمِ جواز پر علما نے جو دلائل دیے ہیں ان میں وہ احادیث بھی ہیں جن میں مسجد میں عورتوں کی صفوں کو سب سے آخر میں اور بچوں کی صفوں کے بعد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو روکنا ہے۔ ان کے علاوہ ان کی ایک دلیل 'اُمت کا ہمیشہ سے چلا آنے والا 'تعامل' بھی ہے۔ اُمت کی چودہ سو سالہ تاریخ میں یہ روایت کبھی نہیں رہی۔ عہدِ نبویؐ اور عہد صحابہؓ میں بھی خواتین کو یہ 'اعزاز' نہیں بخشا گیا۔ متعدد امہات المومنین، مثلاً حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ وغیرہ اور متعدد صحابیاتؓ قرآن کریم کے حفظ، قراء ت اور فہم میں بہت سے صحابہؓ سے بڑھ کر تھیں، آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہیں، مگر کبھی اُنہیں امامت کے لئے آگے نہیں بڑھایا گیا۔ ایک موقع پر اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے جنگ میں ایک لشکر کی قیادت کی، مگر اس دوران بھی انہوں نے کبھی مردوں کی جماعت کی امامت نہیں کی۔ اسی بنا پر جمہور فقہاے امت نے عورت کی امامت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

جدید روشن خیال مسلم دانشور مسلمان عورت کو ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تمام حقوق واختیارات جو مردوں کو حاصل ہیں، ان سے اسلام

☆ مدیر معاون سہ ماہی 'تحقیقاتِ اسلامی' ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ، انڈیا

www.KitaboSunnat.com

نے عورتوں کو بھی بہرہ ور کیا ہے اور وہ تمام کام جنہیں مسلمان مرد انجام دے سکتے ہیں، ان سے مسلمان عورتوں کو بھی نہیں روکا گیا ہے۔ اس منطقی استدلال کی رو سے مسلمان عورت امامت بھی کرسکتی ہے، اس 'شرف' سے اسے محروم کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ حضرات اپنے اس دعویٰ پر آیت ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳) ''درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔'' سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآنی فکر کی رو سے امامت کا اہل وہ ہے جو تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو، دین کے فہم وبصیرت سے معمور ہو اور جسے قرآن مجید کی ترتیل کا بہتر سلیقہ حاصل ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ یہ بات کہ اُمت کی پوری تاریخ حتیٰ کہ صدرِ اوّل میں بھی عورت کی امامت کی ایک مثال بھی نہیں ملتی، ان حضرات کے نزدیک ذرا بھی قابل اعتنا نہیں ہے۔ کیونکہ جو کام عہدِ نبویؐ میں نہ ہوا ہو، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ احادیثِ نبویؐ کا سرمایہ ان حضرات کی اس فکر کی راہ میں آڑے آتا تھا۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں کے الگ دائرۂ کار کے حدود متعین کئے گئے ہیں، ان کے لئے حجاب، لباس اور گھروں سے باہر جانے کے مخصوص آداب بیان کئے گئے ہیں اور اُنہیں مردوں کے اختلاط سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے انہوں نے سرمایۂ احادیث ہی کو بے اعتبار بنانے کی پوری کوشش کی اور انہیں 'قرآنی فکر' کے لئے 'حجابِ اکبر' قرار دیا۔

بعض دانشوروں کو شاید احساس ہوا کہ یہ بات بننے والی نہیں ہے۔ اس لئے اُنہوں نے ذخیرۂ احادیث سے کوئی مثال ڈھونڈنے کی کوشش کی جس سے امامتِ نسواں کا جواز ثابت کیا جاسکے۔ انہیں عہدِ نبویؐ کی ایک مثال ملی جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابیہ (حضرت اُمّ ورقہؓ) کو استثنائی طور پر 'اپنے گھر والوں' کی امامت کی اجازت دی تھی۔ اس روایت سے کھینچ تان کر انہوں نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ سطورِ ذیل میں اس روایت اور اس کے پس منظر کا مطالعہ اور اس سے جدید دانشوروں کے استدلال کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

سنن ابوداود میں مروی ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تھی کہ اپنے گھر میں ایک مؤذن رکھ لیں۔ آپؐ نے انہیں اس کی اجازت دے دی تھی۔ «استأذنت النبي ﷺ أن تتخذ في دارها مؤذنا فأذن لها» دوسری روایت کے

www.KitaboSunnat.com

الفاظ یہ ہیں: جعل لها مؤذنا يؤذن لها (آپؐ نے ایک مؤذن مقرر کردیا تھا جو ان کے لئے اذان دیتا تھا) دوسری بات یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ ورقہؓ کو اپنے گھر والوں کی امامت کرنے کا حکم دیا تھا: «وأمرها أن تؤم أهل دارها»

(سنن ابوداود، کتاب الصلوٰۃ، باب امامۃ النساء: حدیث نمبر ۵۹۱،۵۹۲)

یہ روایت سنن ابوداود کے علاوہ بعض اور کتب ِحدیث میں بھی مروی ہے۔ سب میں یہی مضمون مذکور ہے۔ بعض روایات میں صراحت ہے کہ امامت کا یہ حکم فرض نمازوں کے لئے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کا حکم عورتوں کی امامت کے سلسلے میں تھا، لیکن بیشتر روایات میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ روشن خیال دانشوروں نے روایت میں موجود لفظ 'دار' کو محلّہ کے معنی میں لیا ہے اور اس سے یہ مفہوم نکالنے کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ ورقہؓ کو اپنے محلّہ والوں کی امامت کا حکم دیا تھا۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے محلے کی مسجد کی امام تھیں۔

سنن ابوداود کی مذکورہ روایت میں حضرت اُمّ ورقہؓ کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے اپنے ساتھ غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائیں، میں مریضوں کی خدمت کروں گی اور شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: اپنے گھر میں رہو، اللہ تعالیٰ تمہیں وہیں شہادت نصیب فرمائے گا، اسی بنا پر انہیں 'شہیدہ' کہا جاتا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کرنے وقتاً فوقتاً ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے پاس ایک غلام اور ایک لونڈی رہتے تھے۔ امّ ورقہؓ نے اُنہیں مدبر بنا دیا تھا۔ یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم دونوں آزاد ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد ِخلافت میں ان دونوں نے جلد آزادی پانے کے مقصد سے ایک رات ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر اُنہیں شہید کردیا اور بھاگ گئے۔ صبح حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اعلانِ عام کردیا کہ جس کسی کو ان دونوں کا پتہ چلے یا اُنہیں دیکھے تو انہیں پکڑ کر لائے۔ بالآخر وہ گرفتار ہوئے اور اُنہیں پھانسی دے دی گئی۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کو قرآنِ کریم حفظ تھا (كانت قد قرأت القرآن)

ابن حجرؒ کی کتاب الاصابۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات میں بلند آواز سے تلاوت کیا

کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ جو راتوں میں آبادی کا گشت کیا کرتے تھے، ان کی تلاوت سنا کرتے تھے۔اس میں ہے کہ''صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کل شب میں نے اپنی خالہ اُمّ ورقہؓ کی قرات نہیں سنی۔ وہ ان کے گھر (دار) میں داخل ہوئے، وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ان کی خواب گاہ (بیت) میں گئے تو ان کی لاش ایک چادر میں لپٹی ہوئی ملی۔ (ابن حجر عسقلانیؒ، الإصابة في تمييز الصحابة: ۵۰۵/۴ مطبعة السعادة مصر ۱۳۲۸ھ،)

یہ وہ کل معلومات ہیں جو حضرت اُمّ ورقہؓ کے بارے میں دستیاب ہوسکی ہیں۔ احادیث، سیر صحابہؓ وصحابیاتؓ اور تاریخ کی کتابوں میں ان کے بارے میں اور کچھ مذکور نہیں ہے۔ ان کے شوہر، بچوں، خاندان اور رشتہ داروں کا کچھ پتا نہیں ہے۔

اس روایت میں موجود لفظ 'دار' کو محلّہ کے معنی میں لینا صحیح نہیں ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مؤذن رکھنے کی اجازت طلب کی تھی۔ یہ مؤذن اگر محلّہ کی مسجد کے لئے تھا تو اس کے لئے حضور سے اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس کے لئے يؤذن لها (وہ ان کے لئے اذان دیتا تھا) کی تعبیر کیوں اختیار کی گئی؟ وہ تو محلّہ کی مسجد کا مؤذن تھا اور اہل محلّہ کے لئے اذان دیتا تھا۔

عربی زبان میں 'دار' اور 'بیت' کا استعمال ایک معنی میں بھی ہوتا ہے اور الگ الگ معنی میں بھی۔ اسی طرح احادیث میں بھی ان کا استعمال دونوں صورتوں میں ہوا ہے۔ الگ الگ معانی میں مستعمل ہوں تو 'بیت' خواب گاہ کے معنی ہیں اور 'دار' کسی دوسرے کام میں استعمال ہونے، مکان یا احاطہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ الإصابة میں مذکور روایت سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اُمّ ورقہؓ کی قرات شب میں نہیں سنی تو وہ اگلی صبح تحقیق حال کے لئے پہلے ان کے 'دار' یعنی گھر کے احاطہ میں داخل ہوئے، وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ان کے 'بیت' یعنی خواب گاہ میں پہنچے تو چادر میں لپٹی ہوئی لاش پائی۔ اس روایت میں 'دار' پر محلّہ کا مفہوم کسی طرح فٹ نہیں ہوتا۔

حضرت اُمّ ورقہؓ کے افراد خانہ کون کون تھے؟ جن کی امامت کرنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا۔ ایک غلام اور ایک لونڈی، ان میں اس مؤذن کو بھی شامل کرنا چاہئے جو ان کے لئے اذان دیتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ ورقہؓ اور ان

www.KitaboSunnat.com

کے افرادِ خانہ کو مسجد کی حاضری سے کیوں مستثنیٰ کر دیا تھا؟ بہت سی احادیث میں مسجد جانے اور وہاں باجماعت نماز ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ جو خواتین مساجد جا کر باجماعت نماز ادا کرنا چاہیں اُنہیں نہ روکیں۔ جو لوگ بغیر کسی عذر کے ادائے نماز کے لئے مسجد نہیں جاتے، ان کے بارے میں آپؐ نے سخت وعید سنائی ہے۔ پھر حضرت اُم ورقہؓ کے بارے میں یہ خصوصی اجازت کیوں دی گئی کہ وہ اپنے گھر ہی میں اذان دلوا دیں اور جماعت قائم کرلیں۔ مسجد کی حاضری پر زور دینے والی احادیث کو مستحضر رکھنے اور اس حدیث کے پس منظر پر غور کرنے سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :

① حضرت اُم ورقہؓ کے افرادِ خانہ میں ان کا ایک غلام اور ایک لونڈی تھے۔ ان کے مؤذن کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

② حضرت اُمّ ورقہؓ کا مکان آبادی سے کچھ ہٹ کر تھا اور اس سے متصل دوسرے مکانات نہیں تھے۔ اس کا اشارہ اس سے ملتا ہے کہ ان کے غلام اور لونڈی کو ان کا گلا گھونٹ کر فرار ہونے کا موقع مل گیا۔

③ قریب میں کوئی مسجد نہیں تھی جہاں حضرت اُم ورقہؓ اور ان کے افرادِ خانہ باجماعت نماز کے لئے جاسکتے۔ اگر ہوتی تو وہ خود بھی اور ان کے افرادِ خانہ بھی وہاں جاتے اور جماعت میں شریک ہوتے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے گھر پر اذان دلوانے اور جماعت کرنے کی خصوصی اجازت حاصل کرلی تھی۔

④ حضرت اُمّ ورقہؓ حافظہ قرآن تھیں جب کہ ان کے افرادِ خانہ کو قرآن کا خاطر خواہ حصہ یاد نہیں تھا۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں امامت کرنے کا حکم دیا تھا۔

پورے ذخیرۂ حدیث میں صرف یہی ایک روایت ہے جس سے عورت کی امامت کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ عہدِ نبویؐ کا صرف یہی ایک واقعہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے کسی کے گھر پر اذان دلوانے اور ایک خاتون کو جماعت کی امامت کرنے کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی، یہ ایک استثنائی حالت ہے۔ آج کل بھی کہیں اس طرح کے حالات ہوں تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن استثنا کو عمومی حکم بنا دینا اور اس کی بنیاد پر عام حالات میں مخلوط جماعت کے لئے عورت کی امامت کو جائز قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com